شعارِ اللہ اور فطرت اللہ

”شعار“ اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اس کے مقابل میں ”ڈٹار“ کا لفظ بولا جاتا ہے یہ وہ لباس ہوتا ہے جو حسبِ ضرورت جسم سے الگ کر کے رکھ لیتے ہیں، جیسے چادر اور اوڑھنی۔ یوں ”شعار“ کے لفظ میں شے لازم کا مفہوم پیدا ہو گیا۔ پھر یہ جنگ اور سفر کے دوران میں پکارے جانے والے کسی خاص نعرے کے لیے استعمال ہونے لگا، جس سے لوگ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں یا لکار کر دشمن پر حملہ کر دیتے ہیں، جیسے جنگِ بدر میں مہاجرین یا بنی عبدالمحن کہہ کر ایک دوسرے کو پکارتے تھے۔ اوس یا بنی عبید اللہ اور خزرج یا بنی عبد اللہ پکار کر ایک دوسرے کی ہمت بڑھاتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۳، ص ۲۷۲)

ایک اور غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ’حَمّ۔ لا ینصرون‘، شعار مقرر فرمایا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد) آج کل سلوگن، ماٹو اور ’Coat of arms‘ کے الفاظ اس مقصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عوام کی طاقت ان کے سلوگن میں ہوتی ہے۔ ایسے ہی اسکول اور کالج اپنا ایک ماٹو مقرر کرتے ہیں اور طلبہ کو اسے مد نظر رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ملکی سطح پر قومی ترانہ، قومی جھنڈا، قومی کھیل اور قومی پھول شناخت کا کام انجام دیتے ہیں۔

”شعار“ سے ملتا جلتا لفظ ”شعیرہ“ ہے، جس کی جمع شعائر ہے۔ ”شعیرہ“ کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ حج کے اعمال و مناسک کے لیے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں)۔ (البقرہ ۲: ۱۵۸)

اسلام کے ابتدائی زمانے میں صحابہ سعی بین الصفا والمروہ سے کراہت محسوس کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ شعائر جاہلیت میں سے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع کیا کہ صفا اور مروہ جاہلیت کے نہیں بلکہ اللہ کے شعائر میں شامل ہیں۔ سورہ حج میں ارشاد ہے: 'وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ'۔ (اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شعائرِ الہی میں سے ٹھہرایا ہے۔ تمہارے لیے ان میں بڑے خیر ہیں)۔ (۳۶:۲۲) پھر یہ بھی فرمایا: 'لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَآؤِهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ'۔ (نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ خون۔ لیکن تمہارے اندر کا تقویٰ اس تک رسائی پاتا ہے)۔ (۳۷:۲۲) اونٹ عربوں کا محبوب اور سب سے بڑھ کر کام آنے والے جانور تھا۔ یہود اس کی حرمت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس لیے ہدی کے اونٹوں کے شعائرِ اللہ میں سے ہونے کا بطور خاص تذکرہ فرمایا اور یہ بھی بتایا کہ ان کے خون اور گوشت کا اللہ کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جذبہ عبودیت اور خدا ترسی کے ساتھ ان کی قربانی ہی اللہ کو مطلوب ہے۔

سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک میں، زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں ان سے اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: 'یا محمد مر اصحابك فليرفعوا اصواتهم بالتلبية فانها من شعار الحج'۔ (اے محمد، اپنے صحابہ کو حکم فرمائیں کہ تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند رکھیں کیونکہ یہ شعائرِ حج میں سے ہے)۔

ان شواہد سے پتا چلتا ہے کہ قرآن و حدیث میں شعائر اور شعائر کے الفاظ خصوصاً مناسکِ حج کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ سورہ حج میں ان کے لیے حرمت کا لفظ بھی آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شعائرِ محترم اور قابلِ تعظیم ہیں۔ البتہ اردو اور فارسی لٹریچر میں شعائر کا لفظ عام معنوں میں بولا جاتا ہے۔ تمام مذہبی رسوم، عبادات اور مقدس مقامات ان میں شامل ہو جاتے ہیں اور یہ انگریزی لفظ 'Ritual' کے قائم مقام ہو گیا ہے۔ اسے زبان کا توسع کہا جاسکتا ہے لیکن خود قرآن و حدیث کے جو نظائر ہم نے پیش کیے ہیں ان کا اسلوب بتاتا ہے کہ صرف افعالِ حج ہی شعائرِ اللہ نہیں ہیں بلکہ یہ شعائرِ اللہ میں شامل ہیں اور ان میں سے کچھ ہیں۔ جیسے من شعائر اللہ (شعائرِ اللہ میں سے) شعائرِ اللہ کی نوعیت والے) 'من شعائر الحج' (عملِ حج میں سے) کی تراکیب سے رہنمائی ملتی ہے۔ چونکہ باقی عبادات اور دینی اہمیت رکھنے والے مقامات کا صراحت سے ذکر نہیں ہوا اس لیے ہم ان کو تبعاً شعائرِ اللہ کہیں گے کیونکہ یہ لغتاً و عرفاً اس معنی میں شامل ہیں۔ افعالِ حج کے

شعائر اللہ میں سے ہونے کی صراحت اسی لیے کی گئی کہ زمانہء جاہلیت کی بعض قبیح رسمیں حج میں شامل ہو گئی تھیں اور صحابہ کرام سعی اور قربانی کے بارے میں کچھ شبہات رکھتے تھے۔ مشرکانہ رسوم کی نفی کر کے اصل مناسک کے بارے میں بتا دیا گیا کہ ان کو بغیر جھک کے بجالاؤ کیونکہ یہ اللہ کی قربت اور ثواب کا سبب ہیں۔

شعائر اللہ کی طرح ایک اور ترکیب فطرت اللہ ہے جو قرآن مجید کی سورہ روم آیت ۳۰ میں آئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فاقم وجهك للدين حنيفا۔ فطرت اللہ التي فطر الناس عليها،۔ (پس اے نبی، آپ یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف جمادیں اور اس فطرت پر برقرار رہیں جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے) فطرت سے مراد وہ فطری استعداد و صلاحیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر بندے میں ودیعت کی ہے۔ اس صلاحیت کو استعمال کر کے آدمی حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے اور دین تو حید تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ مرتے دم تک اور ہوش و حواس کے قائم رہنے تک موجود رہتی ہے اور کوئی اس کو کھرچ نہیں سکتا۔ لاکھ بدلنے کی کوشش کریں، یہ نہیں بدلتی۔ اور جب ہوائے نفس اور تزئین شیطان کے ڈالے ہوئے حجاب اٹھتے ہیں تو دین کی سیدھی راہ نظر آنے لگتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مامن مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کما تنتج البہیمہ جماء ہل تحسون فیہا من جدعاء۔ (ہر نوجو مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا پارسی بنا ڈالتے ہیں۔ جیسے ایک چوپایہ ماں چوپائے کی شکل میں پیدا ہوتا ہے کیا تم نے دیکھا کہ ان میں کوئی بوچا [کانوں سے محروم] پیدا ہوا ہو)۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز) چوپائے کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرکانہ رسم واضح کرنے کے لیے دی۔ جب ایک اونٹنی پانچ بچے جن لیتی اور آخری نہ ہوتا تو اس کے کان چیر کر اس کو بوچا بنا دیتے۔ اس کا دودھ پیتے اور نہ اس پر سواری کرتے۔ جہاں اس کا دل چاہتا چرتی پھرتی۔ اسے ”بحیرہ“ کا نام دیا جاتا۔ (المائدہ ۵: ۱۰۳) اس میں ایک لطیف سا اشارہ کافروں کے اعراض کی طرف بھی ہے کہ وہ کان لپیٹ کر دین فطرت سے بہرے ہو چکے ہیں۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ نے سورہ روم کی یہی آیت تلاوت کر دی۔ اس سے پتا چلا کہ فطرت دین تو حید و اسلام پر قائم ہونا ہے جبکہ شرک و کفر فطرت کی نفی ہے۔

فطرت اللہ کا ایک مظہر وہ جسمانی ساخت و ہیئت بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس ہیئت کو برقرار رکھیں اور اس کی آرائش اور اصلاح اس طرح کریں کہ یہ ساخت بگڑنے نہ پائے۔

جسمانی فطرت کو قائم رکھنے اور جسم کی صفائی و ستھرائی کے قاعدے، ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نشانی ہیں اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہمیں ملے ہیں۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس میں حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں: 'سمعت النبی، یقول الفطرة خمس: الختان والاستحداہ و قص الشارب و تقليم الاظفار و نتف الآباط، - (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ پانچ چیزیں فطرت ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں چھوٹی کرنا، ناخنوں کو کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا) صحیح مسلم کتاب الطہارہ میں حضرت عائشہ کی روایت میں دس چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ اس میں 'اعفاء اللحية' - (داڑھی کا بڑھانا۔ مسواک کرنا) 'استنشاق الماء' - (ناک میں پانی چڑھا کر صاف کرنا) 'غسل البراجم' - (انگلیوں کے جوڑوں کی میل دھونا) 'انتقاص الماء' - (پانی سے استنجا کرنا) اور 'المضمضہ' (کلی کرنے) کے اضافے ہیں۔ ختنہ کا ذکر نہیں ہوا۔ بحیثیت مجموعی یہ جسم کی صفائی کرنے اور اسے خوب صورت رکھنے کے ضابطے ہیں۔ طبری نے حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ وہ خصائل ہیں جن کے ذریعے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جانچا گیا۔ یعنی انھیں ان اطوار کی تعلیم دی گئی۔ (جامع البیان الجزء الاول ص ۴۱۴-۴۱۵)

اب یہ مسلمان اور کافر کے درمیان نشان تفریق بن گئے ہیں۔ چنانچہ ایک آدمی نے اسلام قبول کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ کفر کے بال صاف کرو اور ختنہ کراؤ۔ (مسند احمد۔ مسند المکیین حدیث ابی کلیب)

فطرت اللہ پر برقرار رہ کر ہی ہم دین اسلام پر قائم رہ سکتے ہیں۔ اسی فطرت سے توحید پھوٹی ہے، شرک کی آلودگی دور ہوتی ہے اور عقائد کا فساد ختم ہوتا ہے۔ وحی کی تعلیم اسی فطرت کو چمکا کر اسے جلا بخشتی ہے۔ اس فطرت کی روشنی ہی میں ہم اپنے وجود اور اپنی وضع قطع کو اصل حالت میں باقی رکھ سکتے ہیں۔ اس فطرت کے منافی تزیین و آرایش جسم میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ کافر فطرت کو مسخ کر کے خیالات و اعمال کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

ایسے ہی شعائر اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں۔ ان کی تعظیم خود اللہ کی تعظیم ہے۔ 'ذلك ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب'، - (ان امور کا اہتمام رکھو۔ اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یاد رکھے کہ یہ چیز دل کے تقویٰ سے تعلق رکھنے والی ہے)۔ (الحج ۲۲: ۳۲) ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف

سے کوئی شعیرہ مقرر کر لیں یا اللہ نے تعظیم کا جو طریقہ بتایا ہے اسے چھوڑ کر اپنی مرضی سے طریقہ تعظیم وضع کر لیں۔ حجر اسود کو بوسہ دینا یا اشارے سے استلام کرنا شعیرہ ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان پہلے آہستہ پھر تیز چلنا، شعار ہے۔

بیعت اللہ کا طواف کرنا ہی عبادت ہے۔ نماز اور روزے کے جن آداب کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے، انہیں اسی طرح بجالانا ہی ہمارے لیے عبادت ہے۔ ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔ اپنی طرف سے نئے مقدس مقامات بنالینا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے شرک کی راہ کھلتی ہے۔

فطرت اللہ اور شعائر اللہ دین کے دو پہلو ہیں، جو مختلف بھی ہیں اور آپس میں مربوط بھی۔ کچھ باتیں ہمیں اپنی عقل سے سمجھ میں آ جاتی ہیں اور کچھ کتاب و سنت کی رہنمائی سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارا کام ہے کہ اپنی عقل کو عقل سلیم بنائیں اور کتاب و سنت سے ہدایت حاصل کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔